شاہد بخاری

اُسے کہنا دسمبر آ گیا ہے......!

بونے خیالات کا مالک ایک بونا آفیسر کہ گاڑی چلا رہا ہو تو لگتا ہے گاڑی بغیر ڈرائیور کے جا رہی ہے۔ ''مونا لیزا فوٹو گرافر'' کے مالک مرزا سعید اپنا بیگ کندھے پہ لٹکائے جا رہے ہوں تو کالج کی لڑکیاں کہتی ہیں ''انکل ایل ایچ وی'' جا رہے ہیں۔ خالد مسعود خان کسی سے لڑ پڑیں تو کہتے ہیں ''تو مجھے نہیں جانتا۔ میں ایم بی اے ہوں۔ ''ماں بہن ایک'' کر دوں گا۔ وہ ایل ایل بی کو لنگڑا لُولا بٹیرا اور پی ایچ ڈی کو 'پھرا ہوا دماغ'' کہتے ہیں۔ ہمارا دوست لالہ کہتا ہے، وٹو، داماد اور ساس کو الٹا بھی کر دیں تب بھی وہ وٹو، داماد اور ساس ہی رہتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ ہم سب وی سی آر ہیں۔ ''ویری کلوز ریلیٹوز''۔ وہ کہتا ہے بی ڈی ایس سے مراد ہے ''بیوی ڈرائیور سمیت'' وہ ''ن م راشد کو نا مسلم راشد کہتا ہے'' کہ اُس نے اپنی لاش جلانے کی وصیت کی تھی۔ اس کا کہنا ہے ''وحشیانہ'' سے مراد ہے۔ وہ شی (کو کہتا ہے۔ تم نے) آنا (ہے)۔

واصف علی واصف کہتے ہیں ''خوش حال وہ ہوتا ہے جو اپنے حال پر خوش ہو''۔ یونس بٹ کہتے ہیں۔ ''وکیل وکالت چھوڑ دے اور سچ بولنے لگے پھر بھی لوگ اسے وکیل ہی کہتے ہیں'' ......اور لڑکی بڑی ہو جائے تو والدین کو ڈر لگ جاتا ہے کہ اب وہ اس گھر سے رخصت ہو جائے گی اور لڑکا بڑا ہو تو یہ ڈر کہ اب وہ اس گھر سے نکال دے گا''۔ اگر چہ شہرت کو اس کی بیگم نے گھر سے رخصت کیا تھا۔ کہ اس نے پیار کے دنوں میں' مکان، اپنی محبوبہ کے نام لیا تھا۔ مگر ایک صاحب نے اپنی بیوی کو گھر سے نکال دیا تھا کہ اسے بیوی دوسروں کی اور بچے اپنے اچھے لگتے ہیں، اسی طرح کے ایک صاحب نے' اپنی بیوی کے جھگڑے میں' دوسرے صاحب پر پستول تان لیا تھا۔

انسانوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ معلوم کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ فطرت اپنا اظہار کرتی رہتی ہے۔ جو کمینہ ہے وہ کمینہ ہی رہتا ہے خواہ وہ کسی مقام و مرتبہ میں ہو۔ میرے ایک دوست نے بتایا کہ اس کے آفیسر نے اسے اپنی ایک کتاب کا مسودہ پروف ریڈنگ کے لیے دیا' تو اس وقت پیش لفظ میں اس کی محنت کے صلہ میں اس کا نام بھی دیا مگر جب کتاب چھپ کر آئی تو اس کا نام اڑا دیا گیا تھا کہ

رونا تو ہے اسی کا کہ کوئی نہیں کسی کا
دنیا ہے اور مطلب' مطلب ہے اور اپنا

خیر بات چل رہی تھی' ایک پی ایچ ڈی کی۔ جسے ایک دوسرے پی ایچ ڈی نے اپنی شاشلک میں پتلون پوش ولی کا نام دیا ہے۔ یعنی پی وی...... لالہ کہتا ہے۔ پی وی سے مراد ہے پاولی۔ نئی تہذیب کا مارا ہوا دو پاؤں پر چلنے والا' مغرب زدہ لبرل جانور جو بیٹھ کر پیشاب پیتا اور کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے۔ مشرق میں ہوتا ہے تو بارش میں نہا کر محظوظ ہوتا ہے۔ مغرب میں

ہوتا ہے تو بارش کو الٹا کر کے پیتا ہے۔یعنی (شراب) پیتا ہے۔پب، کلب، جوئے اور سود کی پیداوار' جو مسلمان کہلاتا ہے مگر نماز ،روزہ، شرم، حیا جیسی ہر چیز سے عاری ہے کہ نئی تہذیب نے اُس کی مت ماری ہے۔ جو کہتا ہے' افغانستان میں زبردستی داڑھی رکھوا کر' خواتین کو جبراً پردہ کروا کر' انٹرنیٹ، ٹی وی، وی سی آر سے محروم رکھ کر' بھوکا مارا گیا۔یعنی نیم برہنہ عورتیں، داڑھی منڈے مچھندروں کے ساتھ' مکس گیدرنگ کریں تو وہ سیر ہو کر کھاتے ہیں۔اب وہ سیر ہو کر کیا کھاتے ہیں؟ وہی جانتے ہیں' جو اسلامی سزاؤں کو ''وحشیانہ'' کہتے ہیں۔اور زنا، شراب، ڈاکہ، چوری، اغوا، تشدد کو دن رات سہتے ہیں۔اپنی باطنی خباثت کو تسکین دینے کے لیے کہتے ہیں۔''شرعی قوانین اس دور کے لیے تھے.........!''

امرتا پریتم، عصمت چغتائی، تسلیمہ نسرین، فہمیدہ ریاض، احمد فراز جیسی ایک ''یادوں کی بارات'' جو اپنے وائٹ کالر سرپرستوں کی پناہ میں' نشے سے بھرپور سگریٹ کے مرغولوں اور گھوڑے کے پیشاب کی کُپّی پر لڑ مر رہی ہے۔میڈیا اور آرٹس کونسلوں میں غل غپاڑہ کر رہی ہے۔سوٹا لگا کر کہتی ہے:''مولویوں نے ملک تباہ کر دیا ہے.........'' ان ہی میں سے' ہمارے لمحۂ موجود کا ایک بندۂ مقصود ہے کہ اگر اس کا محبوب دور ہو تو پیغام دیتا ہے۔اُسے کہنا دسمبر آ گیا ہے۔اور اگر قریب ہو تو آنکھ مار کر کہتا ہے تو طے ہوا نا! اگر پرسنل سیکرٹری ہو تو اسے خطاب کر کے کہتا ہے۔ ؎

ترے شہر کا موسم بہت سہانا لگے
میں ایک شام چرالوں اگر برا نہ لگے

اور پھر وہ بندۂ پراگندہ' پتہ نہیں اس مادامِ گل خندہ کی کتنی شامیں چرا لیتا ہے۔

بقیہ:''کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز؟''

یادش بخیر! پنجاب کے غیرت مند مسلمانوں نے ۳۶-۱۹۳۵ء میں ایک فرضی مسجد شہید گنج کی بازیافت کے لیے زبردست تحریک چلائی تھی۔جس میں فرنگی کی دسیسہ کاریوں اور اپنوں کی غداریوں کے باعث سیکڑوں نوجوان بچے بوڑھے خاک و خون میں تڑپ گئے۔ان کا مطمحِ نظر صرف یہ تھا کہ کعبۃ اللہ کی بیٹی کو سکھ پنت سے نجات دلائی جائے۔مگر آج تخت ہزارے میں سچ مچ کعبۃ اللہ کی ایک بیٹی زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ اے غافل مسلمان! مجھے سرکار مدینہ کے منصب ختم نبوت کی محافظت کا مرکز بنا' تو عشق رسول کا دعویٰ کرتا ہے، تو مجھے قبضۂ ارتداد سے چھڑا، مجھے پنجۂ کفر سے بچا کر مرکز اسلام بنا۔اگر تو نے غفلت شعاری ترک نہ کی تو مستقبل کا مؤرخ طعنہ دے گا۔بقول شاعر ؎

سودا قمارِ عشق میں خسرو سے کوہکن بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز اے روسیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا